يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ

دوستی اور دشمنی

قرآن وسنت اور علماء امت کی توضیحات کی روشنی میں





تالیف

فضیلۃ الشیخ ابو عمرو عبدالحکیم حسان

ترجمہ وتحقیق

فضیلۃ الشیخ ابو سیاف اعجاز احمد تنویر

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ

دوستی اور دشمنی

قرآن وسنت اور علماء کی توضیحات کی روشنی میں

تالیف:
فضیلۃ الشیخ ابو عمرو عبد الحکیم حسان حفظہ اللہ
تفہیم وتعلیق:
ابو سیاف اعجاز تنویر



مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان
Website: http://www.muwahideen.co.nr
Email: salafi.man@live.com

ساتھ دوستانہ مراسم قائم کرے گا تو وہ اسی کی طرح کافر ہوا۔ کسی کافر سے دوستی کے ظاہری مراسم ہی اس کے دل کے اندر کی رضا اور غبت کی دلیل سمجھے جائیں گے۔"

اقربا کی رضا کو بھی اللہ کی خوشنودی پر ترجیح دینا ناجائز ہے:

فضیلۃ الشیخ سلیمان بن عبد اللہ (آل شیخ رحمہ اللہ) مذکورہ بالا آیت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

"فَفِي هٰذِهِ الْآيَةِ الْبَيَانُ الْوَاضِحُ أَنَّهُ لَا عُذْرَ لِأَحَدٍ فِي الْمُوَافَقَةِ عَلَى الْكُفْرِ خَوْفًا عَلَى الْأَمْوَالِ وَالْآبَاءِ وَالْأَبْنَاءِ وَ الْأَزْوَاجِ۔ مِمَّا يَعْتَذِرُ بِهِ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ إِذَا لَمْ يُرْخِص لِأَحَدٍ فِي مَوَدَّتِهِمْ وَ اتِّخَاذِهِمْ أَوْلِيَاءَ خَوْفًا مِنْهُمْ وَ إِيْثَارًا لِمَرْضَاتِهِمْ ، فَكَيْفَ بِمَنِ اتَّخَذَ الْأَبَاعِدَ أَوْلِيَاءَ وَ أَصْحَابَ وَأَظْهَرَ لَهُمُ الْمُوَافِقَةَ عَلٰى دِيْنِهِمْ خَوْفًا عَلٰى بَعْضِ هٰذِهِ الْأُمُوْرِ وَ مَحَبَّةٍ لَهَا ، وَمِنَ العَجَبِ اِسْتِحْسَانُهُمْ لِذٰلِكَ وَاسْتِحلَالَهُمْ لَهُ فَجَمَعُوْا مَعَ الرِّدَّةِ اسْتِحْلَالَ الْمُحَرَّمِ"[48]

"اس آیت کریمہ میں اس بات کا واضح بیان موجود ہے کہ کسی بھی فرد وبشر کے لیے جائز ومباح نہیں ہے کہ وہ کافروں کی موافقت اور مطابقت اختیار کرے۔ کسی شخص کو اگرچہ اپنے مال ودولت، آباء اجداد اور اہل وعیال کے ضائع ہونے اور بچھڑ جانے کا اندیشہ بھی دامن گیر ہو تو پھر بھی کافروں کی ہاں میں ہاں ملانا جائز نہیں۔ باوجود اس حقیقت کے کہ ان معاملات میں انسانوں کی اکثریت بے بس اور معذور ہو جاتی ہے۔ جب اللہ رب العزت نے ان جیسے قریبی رشتہ داروں سے ان کے کافر ہونے کی صورت میں محبت ودوستی کرنے کی رخصت واجازت مرحمت نہیں فرمائی۔ اپنے ان کا کافر قریبی اور نسبی اعزہ واقارب کی خوشنودی اور رضاء کو اللہ کی رضاء اور خوشنودی پر فوقیت دینے کی اجازت نہیں دی۔ تو دور دور کے تعلقات اور مراسم والوں کو دوست اور ساتھی بنانے کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے؟ دور دور کے رشتہ داروں اور تعلق داروں میں سے بعض کے کھو جانے اور بچھڑ جانے کے خوف کی وجہ سے ان کے کفریہ عقائد ونظریات کے ساتھ موافقت اور محبت کس طرح جائز ہو سکتی ہے؟ انتہائی تعجب انگیز اور حیران کن معاملہ ان لوگوں کا ہے جو ان کافروں کے پروگراموں، کاروائیوں، ایجنڈوں کے لیے جائز اور حلال ہونے کی سند بھی عطا کر دیتے ہیں۔ اس طرح گویا دہرے جرم کا ارتکاب کر

48 الرسالة الحادية عشرة من مجموعة التوحيد: ۳۵۲

گزرتے ہیں۔ ایک جرم ان کے مرتد ہونے کا اور دوسرا جرم اللہ کی طرف سے ایک حرام کردہ چیز کو حلال قرار دینے کا۔"

آپ کہاں کھڑے ہیں؟:

فضیلۃ الشیخ عبد الرحمن بن حسن (آل شیخ) بیان فرماتے ہیں:

"اَلْأَمْرُ الثَّالِثُ مِنْ نَوَاقِضِ الإسْلَامِ مُوَالَاةُ الْمُشْرِكِ وَالرُّكُونُ إِلَيْهِ وَ نُصْرَتُهُ ، وَإِعَانَتُهُ بِالْيَدِ أَو اللِّسَانِ أَوْ بِالْمَالِ ، كَمَا قَالَ تَعَالىٰ: ﴿فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكَافِرِيْنَ﴾ وَ قَال تَعَالىٰ: ﴿رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ أَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِلْمُجْرِمِيْنَ﴾ وَ قَالَ تَعَالىٰ : ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ وَ هٰذَا خِطَابٌ مِنَ اللهِ تَعَالىٰ لِلْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ ، فَانْظُرْ أَيُّهَا السَّامِعُ أَيْنَ تَقَعُ و مِنْ هٰذَا الْخِطَابِ وَحُكْمِ هٰذِهِ الآيٰتِ"[49]

"کسی مسلمان کے اسلام کو ختم کرنے والی اور دین اسلام سے خارج کرنے والی تیسری چیز "کسی مشرک سے دوستی کرنا، کسی مشرک کی طرف مائل ہونا۔ کسی مشرک کی مدد کرنا اور کسی مشرک کا اپنے ہاتھ، زبان یا مال کے ساتھ تعاون کرنا" ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ القصص کی آیت:۸۶ میں ارشاد فرماتے ہیں:"آپ کو ہر گز کافروں کا مددگار نہیں ہونا چاہیے" اسی طرح سورۃ القصص کی آیت:۱۷ میں موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ انھوں نے اپنے اللہ سے یہ وعدہ کیا تھا:[50]"(موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے: اے میرے رب! جیسے تونے مجھ پر یہ کرم کیا فرمایا ہے کہ (میرا جرم معاف کر دیا ہے) میں اب کبھی بھی کسی گنہگار اور مجرم کا مددگار نہ بنوں گا۔ اس سے ملتی جلتی بات ہی اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبہ کی اس زیر تفسیر آیت:۲۳ کے آخری حصہ میں ارشاد فرمائی ہے:"اور تم میں سے جو بھی ان کافروں سے محبت کرے گا وہ پورا پورا گنہگار ہو گا" اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت کی طرف سے امت محمدیہ کے تمام مومنوں سے خطاب کیا گیا ہے کہ اس کے بعد ہر پڑھنے والا اور سننے والا اپنے

49 المورد العذب الزلال في كشف شبهة أهل الضلال: 291

50 سورۃ القصص میں اللہ رب العزت نے موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بڑی تفصیل اور وضاحت سے بیان فرمایا ہے موسیٰ علیہ السلام نے مصر کے اندر دو آدمیوں کو باہم لڑتے جھگڑتے دیکھا۔ ان میں ایک قبطی یعنی فرعون کے خاندان سے تھا اور دوسرا بنی اسرائیل سے رکھتا تھا۔ بنی اسرائیل کے فرد نے موسیٰ علیہ السلام کو مدد کے لیے آواز دی۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں کے پاس جا کر اس قبطی کو ایک گھونسا دے مارا، وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے فوراً اس جرم کی معافی طلب کی کہ یہ جو میرے ہاتھوں "قتل خطا" کا جرم سرزد ہوا ہے۔ یا اللہ! اس کو معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔ اپنے اس جرم کی معافی کے بعد آئندہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے ایک وعدہ وعہد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے اس وعدہ کا تذکرہ سورۃ القصص کی مذکورہ بالا آیت:۱۷ میں فرمایا ہے۔

اپنے گریبان میں نظر ڈال کر جائزہ لے کہ میں کہاں کھڑا ہوں؟ کتنے پانی میں ہوں، ان آیات قرآنیہ کے حوالہ سے میرا کیا حال اور معاملہ ہے؟(شیخ عبدالرحمن بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کے اقتباس کا ترجمہ یہاں مکمل ہوا)

دلیل ہشتم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ إِنَّ اللهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا﴾(النساء:140)

"اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو۔ جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں۔(ورنہ) تم بھی اس وقت انہیں جیسے ہوگے یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور سب منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے"

آیات کے استہزاء پر چپ رہنا بھی جرم ہے:

شَيْخُ الْمُفَسِّرِيْن امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

"اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ﴾ کا معنی یہ ہے کہ اگر تم ایسے لوگوں کے ساتھ مجلس اختیار کرو جو اللہ تعالیٰ کے قرآن کی آیات کا انکار کر رہے ہوں۔ قرآن کی آیات وتعلیمات کا مذاق اڑا رہے ہوں اور تم وہاں تماشائی بن کر بیٹھے رہو تو پھر تم بھی ان کی طرح ہی ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم اس حالت میں بھی ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہو۔ وہاں سے اٹھ کر جا نہیں رہے حالانکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار واستہزاء کر رہے ہیں تو پھر ان کے اس فعل وعمل میں تم اور وہ برابر ہیں۔ برابر اس لیے کہ وہاں اللہ کی آیتوں کا انکار ہو رہا تھا اور مذاق اڑایا جارہا تھا اور تم وہاں بیٹھنے کی وجہ سے اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب کر رہے تھے۔ جب کہ وہ کافر اللہ کے قرآن کی آیات وہدایات کا انکار کرکے اور مذاق اڑا کر اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب

کر رہے تھے۔ لہٰذا تم نے بھی ویسی ہی نافرمانی کا ارتکاب کیا جیسی نافرمانی کا ارتکاب انھوں نے کیا۔ اس وجہ سے اللہ کے منع کردہ حکم کو بجالانے میں برابر ٹھہرے۔"[51] (امام طبری ﷫ کے اقتباس کا ترجمہ یہاں مکمل ہوا)

خاموشی بھی تائید ہے:

حافظ ابن کثیر ﷫ مذکورہ آیت کے حوالے سے یوں تفسیر بیان کرتے ہیں:

"جب تم نے اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے حکم کا ارتکاب کیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا وہ حکم تم تک پہنچ چکا تھا۔ منع کیے ہوئے حکم کا ارتکاب یوں کیا کہ تم ان کافروں کے ساتھ ایسی جگہ بیٹھے رہے جہاں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار ہورہا تھا اور اس کے قرآن کی آیتوں کا مذاق اڑایا جارہا تھا۔ قرآن کے احکامات میں کیڑے نکالے جارہے تھے۔ ان کی اہمیت ومرتبہ کو گھٹایا جارہا تھا تم وہاں بیٹھے ان باتوں کی تصدیق وتائید کرتے رہے تو گویا تم ان کے جرم میں برابر کے شریک تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ "یعنی تم اس وقت ان کی طرح ہی ہوتے ہو"

مذکورہ آیت کی تفسیر ہی میں حافظ ابن کثیر ﷫ مزید ارشاد فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت: ۱۴۰ کے آخری حصہ میں جو یہ ارشاد فرمایا کہ ﴿إِنَّ اللهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا﴾ "اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو جہنم کی آگ میں جمع کرنے والا ہے" یعنی جس طرح دنیا کے اندر منافق کافروں کے ساتھ مجالس میں شریک ہوتے تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اب ان منافقوں کو جہنم کے ازلی وابدی عذاب کے اندر بھی کافروں کے ساتھ شریک کرے گا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو جہنم جیسی سزا گاہ میں اکھٹا کرے گا۔ لہٰذا سزا سہنے میں، عذاب الٰہی کے اندر مبتلا ہونے میں، قید وبند کی سزا برداشت کرنے میں، طوق اور بیڑیاں پہننے میں، گرم کھولتے ہوئے پانی کے پینے میں اور کچ لہو اور پیپ کے پینے میں سب منافق اور کافر اکھٹے ہوں گے۔ یہ گندی پیپ اور کچ لہو بڑا ہی بدشکل اور بدمزا ہو گا۔ جہنم کا یہ پانی صاف ستھرا نہیں ہو گا۔ (حافظ ابن کثیر ﷫ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا) [52]

---

51 تفسیر الطبری: 9/322,320

52 تفسیر ابن کثیر: ۱/۵۶۷،۵۶۶۔ مطبوعۃ دار المعرفۃ۔ بیروت

کفر کو پسند کرنا بھی کفر ہے:

"علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان تمام لوگوں کو خطاب کیا جارہا ہے جو ایمان کا دعویٰ اور اظہار کرتے ہیں۔ خواہ وہ مخلص مسلمان ہوں یا منافق اس لیے کہ جو بھی ایمان کا دعویٰ اور اظہار کرنے والا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ کتاب اللہ کے احکامات کی بجا آوری کرے۔ منافقوں کی یہ عام عادت تھی کہ وہ یہودیوں کے بڑے بڑے علماء کی مجلسوں میں بیٹھا کرتے تھے۔ اپنی مجلس میں یہودی علماء قرآن کی آیات کا مذاق اڑاتے تھے۔ تو اس تناظر میں اللہ رب العزت نے اس آیت میں ارشاد فرمایا: ﴿إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللهِ يُكْفَرُ بِهَا﴾ ("یعنی جب تم اللہ کی آیات کے ساتھ ہونے والے انکار اور استہزاء کو سنو۔") اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سننے کا تعلق ڈائریکٹ آیات کے ساتھ جوڑا ہے "کہ جب تم سنو اللہ کی آیات کو۔" جبکہ اس سے مراد ہے کہ جب تم اللہ کی آیات کے ساتھ ہوتے ہوئے انکار اور استہزاء کو سنو۔ یہ انداز کلام زیادہ موثر اور جاندار ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیں کہ جیسے عربی زبان میں یہ جملہ کہا جاتا ہے: "سَمِعْتُ عَبْدَاللهِ يُلَامُ" اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے عبداللہ کے بارے میں ہونے والی ملامت کو سنا۔ یہ معنی نہیں کہ میں نے عبداللہ کو سنا۔ نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ﴾ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ آیات الٰہی کے ساتھ کفر واستہزاء کر رہے ہوں تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو۔ یہاں تک کہ وہ اس کفر واستہزاء کے علاوہ کوئی اور بات شروع کریں۔ اس کام کا نتیجہ بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ﴾ بلاشبہ اس وقت تم ان کی طرح ہو جاؤ گے۔"

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ گنہگاروں اور بدکرداروں سے اجتناب اور پہلو تہی واجب ہے۔ خاص طور پر اس وقت جب وہ کسی گناہ کا ارتکاب کر رہے ہوں۔ اس لیے کہ جو ایسی مجلس اور ایسے لوگوں سے پہلو تہی اختیار نہیں کرے گا وہ ان کے عمل کو پسند کرنے والا شمار ہو گا۔ یہ اسلام کا اصول ہے کہ "الرِّضَاءُ بِالْكُفْرِ كُفْرٌ" یعنی کفر کو پسند کرنا بھی کفر ہے۔ یہ اصول اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ﴾ "اس وقت تم ان کی طرح ہی شمار کیے جاؤ گے۔" لہٰذا ہر وہ شخص جو کسی نافرمانی والی مجلس کو اختیار کرتا ہے۔ وہاں بیٹھ کر وہ ان لوگوں کے ساتھ برے عمل پر کوئی تنقید اور ملامت نہیں کرتا تو وہ گناہ میں برابر کا حصے دار ہوتا ہے۔ کسی بری مجلس میں اہل معاصی

کے ساتھ بیٹھنے والے کے لیے یہی مناسب تھا کہ جب وہ کوئی نافرمانی کی بات کررہے تھے تو ان کو منع کرتا اور اس بری بات سے روکتا۔ اگر ان کو روکنے اور منع کرنے کی طاقت اس کے پاس نہیں تھی تو وہاں سے فوراً اٹھ کر نکل آتا۔ تاکہ وہ اس آیت میں بیان ہونے والے ایک جیسے دو طبقوں میں شمار نہ ہوتا۔"

جناب عمر بن عبدالعزیز کا پر مزاح تبصرہ:

"مشہور اموی خلیفہ جناب عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مروی ہے کہ: انہوں نے اپنی انتظامیہ کے ذریعے اچانک چھاپہ مار کر رنگے ہاتھوں چند لوگوں کو گرفتار کیا جو شراب پینے والے تھے۔ ان میں سے ایک شخص کے متعلق پتہ چلا کہ یہ تو روزہ دار (صائم) تھا۔ اس موقع پر جناب عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ادب و مزاح کی حس بیدار ہوئی، فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ "تم اس وقت ویسے ہی سمجھے جاؤ گے جیسے وہاں دیگر افراد سمجھے جائیں گے۔"

اسی آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نافرمانی کو پسند کرنا بھی نافرمانی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی برے کام کا ارتکاب کرنے والا قابل گرفت اور قابل مؤاخذہ ہوگا تو برے کام کو پسند کرنے والا بھی قابل گرفت ہوگا۔ دونوں کو گناہ کی ایک جیسی سزا اللہ کی طرف سے دی جائے گی۔ یہاں تک کہ وہ سب کے سب ہلاک کر دیے جاتے ہیں۔ یہ مماثلت اور موافقت اگرچہ تمام صفات و اجزاء میں نہیں ہوتی لیکن صرف ظاہری طور پر کچھ میل جول اور ساتھ دینے کی وجہ سے بھی یہ مماثلت اور موافقت قائم ہو سکتی ہے۔ جیسے کسی شاعر کے کلام کا ایک مصرعہ ہے:

فَكُلُّ　قَرِيْنٍ　بِالْمُقَارَنَ　يَقْتَدِي

"ہر دوست اپنے دوست کی پیروی اور اقتداء کرتا ہے۔"[53]

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اہل معاصی (بدکرداروں اور گنہگاروں سے پہلو تہی اور علیحدگی اختیار کرنا واجب اور ضروری ہے۔ تو پھر اہل بدعت و شرک سے اور خواہشات نفس کے پیروکاروں سے اجتناب تو اس سے بھی کہیں زیادہ ضروری واجب ہے۔"[54]　(امام قرطبی کے اقتباس کا ترجمہ یہاں مکمل ہوا)

53　ہمارے ہاں اردو زبان میں یہ مثل مشہور ہے کہ "خربوزے سے خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔"

کفر وارتداد کے دو درجے: ادنیٰ اور اعلیٰ:

یہاں یہ قابل غور ہے کہ جب اللہ رب العزت نے ایسے شخص کو کافروں کی طرح کافر شمار کیا ہے جو کافروں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے جو اللہ کی آیات کا انکار کرتے اور اللہ کی آیات کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے، مجلس اور صحبت اختیار کرنے والے شخص کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کا وہی حکم اور معاملہ ہے جو ان کافروں کا ہے۔ قیامت کے دن یہ ایک جگہ جمع کیے جائیں گے جب اس شخص کا معاملہ یہ ہے تو اس شخص کا کیا معاملہ ہو گا جو قدرت واختیار سے، دل کی رضا اور چاہت سے ایسے لوگوں کی طرف کشاں کشاں، فرحاں فرحاں اور کھنچا کھنچا جاتا ہے جو اللہ کی آیتوں کا انکار بھی کرتے ہیں اور ان کا مذاق بھی اڑاتے ہیں پھر یہ ان کافروں کے ساتھ مل کر ان کے پروگراموں، ایجنڈوں اور مفادات کی تکمیل میں مسلمانوں کو طرح طرح کی آزمائشوں اور فتنوں میں مبتلا کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے برحق اور سچے دین "دین اسلام" کے راستے میں رکاوٹیں اور دیواریں بھی حائل کرتے ہیں، مسلمانوں کی عزتوں، ناموسوں اور حرمتوں کو پامال کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو ان کے رب کے راستے سے روکنے کے لیے تمام تر اقدامات کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے دین کو، اس کی شریعت کو اور زمین پر نازل ہونے والے اللہ کے احکامات کو ختم کرنے کے لیے دن رات کوشاں ہیں۔ اپنے خود ساختہ (self-made) اور کافرانہ قوانین کو اللہ رب العزت کی کی شریعت کی جگہ نافذ کرنے کے درپے ہیں۔ یہ سب کچھ وہ اپنے ان آقاؤں اور لیڈروں کی خوشنودی اور ایماء پر کرتے ہیں جو ان کو امریکی پارلیمنٹ کی جماعت "کانگریس" یا برطانوی پارلیمنٹ کی جماعت "مجلس عموم" یا روسی پارلیمنٹ کی حکمران جماعت "کرملین" کی طرف سے موصول اور صادر ہوتے ہیں۔

موجودہ حالات میں علماء کی اصل ذمہ داری:

یہ بات بلا خوف وتردید کہی جاسکتی ہے کہ ایسے لوگ کفر میں کہیں زیادہ بڑھے ہوئے ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جن کا تذکرہ اللہ رب العالمین نے سورۃ النساء کی زیر تفسیر آیت: ۱۴۰ میں فرمایا ہے۔ ان لوگوں کا یہ عذر بھی بے فائدہ اور لایعنی ہو گا کہ ہم نے یہ سب کچھ کافروں کی قوت اور طاقت کے خوف سے اور ان کے مکر اور ان کی چال سے بچنے کے لیے کیا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی عذر کو قابل التفات اور قابل قبول نہیں سمجھا۔ سوائے اس شخص کے جو انتہائی درجہ کی مجبوری، بے بسی اور ناچاری میں ہو۔ جس مجبوری، ناچاری اور جبر واکراہ کی وضاحت اہل علم کے مستند کلام کے حوالے سے اسی مسئلہ کی "دلیل اوّل" میں گزر چکی

54 تفسیر القرطبی: 5/417-418

ہے۔کسی شخص کو یہ بات زیب نہیں دیتی ہے کہ وہ ان کافروں اور ان کافروں کے اقدامات کا دفاع کرتا پھرے۔خاص طور پر ایسے شخص کو تو بالکل زیب نہیں جو اہل علم میں شمار ہوتا ہے، جسے قرآن وسنت اور شریعت الٰہی کے علم سے بہرہ ور اور نور سے منور تصور کیا جاتا ہے۔

درحقیقت یہی علماء لوگوں کے اصل قائد، لیڈر اور سیاستدان ہونے کے حقدار ہیں۔اہل علم حضرات پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان کافروں کو اور ان کی مکروہ سازشوں کو بے نقاب کریں۔ان کے ایجنڈوں اور درپردہ گھناؤنی چالوں کو عوام الناس کے سامنے واضح کریں۔لوگوں کو جہاد کے میدانوں کی طرف رہنمائی کریں اور انھیں جہاد فی سبیل اللہ کی طرف کھینچ کھینچ کر لے کر آئیں۔

علماء کرام اور مذہبی قائدین جب تک یہ کار خیر اور اپنی اصل ذمہ داری ادا نہیں کریں گے اس وقت تک نہ تو صحیح معنوں میں قیادت وسیادت کے حق دار ہیں اور نہ یہ لوگوں کے درمیان سربرآوردہ شخصیات ہی بن سکتے ہیں اور نہ ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اچھی تعریف اور خوشنودی کے حق دار ہی قرار پاسکتے ہیں۔

دلیل نہم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (المجادلة: 22)

"اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے۔گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے قبیلے کے (عزیز) ہی کیوں نہ ہوں۔یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے۔جن کی تائید اپنی روح (یعنی خاص نصرت اور نور ایمان) سے کی ہے۔اور جنھیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں

نہیں ہو سکتی۔ علیٰ ہذا القیاس جب کوئی شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کے دشمنوں سے محبت کی پینگیں بڑھاتا ہو گا تو اس کا یہ عمل خود بخود اس بات کی دلیل ہو گا کہ اس کا دل اس حقیقی ایمان سے خالی ہے جو ایمان اللہ رب العالمین کے ہاں کامیابی دلا سکتا ہے۔

اسی فرمان کی طرح قرآن مجید میں ایک اور مقام پر سورۃ المائدہ کی آیات: ۸۰،۸۱ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "ان (اہل کتاب) میں سے بہت سے لوگوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ کافروں سے دوستیاں کرتے ہیں۔ جو کچھ انھوں نے اپنے لیے آگے بھیج رکھا ہے وہ بہت برا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہو گا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے، اگر انھیں اللہ تعالیٰ پر اور نبی ﷺ پر اور جو کچھ اس (نبی) پر نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان ہوتا تو یہ کفار سے دوستیاں نہ کرتے۔ لیکن ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔" اللہ رب العزت نے مذکورہ بالا آیت میں جملہ شرطیہ بیان فرمایا ہے۔ جملہ شرطیہ کے بارے میں یہ اصول ہے کہ اس میں ایک شرط ہوتی ہے اور ایک جزاء (مشروط) ہوتی ہے۔ اگر شرط ہو تو مشروط ہوتا ہے اگر شرط نہ ہو تو مشروط نہیں ہوتا۔ یہ جملہ عام طور پر لغت عربی میں حرف "لَوْ" سے بیان کیا جاتا ہے اردو زبان میں حرف "لَوْ" کا معنیٰ "اگر" ہوتا ہے۔

سورۃ المائدہ کی آیت نمبر: ۸۱ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اور اگر انہیں اللہ تعالیٰ پر، نبی ﷺ پر اور جو کچھ نبی ﷺ پر نازل ہوا ہے اس پر ایمان ہوتا تو کافروں سے دوستیاں نہ لگاتے، لیکن ان میں سے اکثر فاسق ہیں" اس جملہ شرطیہ سے معلوم ہوا کہ اگر ان کے اندر واقعتاً ایمان ہوتا تو یہ کافروں کو اپنا دوست نہ بناتے۔ یعنی ایمان اور کافروں سے دوستی ایک دوسرے کی ضد اور دو مقابل چیزیں ہیں۔ اور ایک دوسرے کے دو بالکل الٹ یعنی متضاد چیزیں کبھی اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان اور کافروں سے دوستی کبھی ایک میں اکٹھی نہیں ہو سکتی۔ اگر کافروں سے دوستی ہے تو دل میں ایمان نہیں، اگر دل میں ایمان ہے تو کافروں سے دوستی نہیں ہو گی۔ لہٰذا جو کافر کو دوست بنائے گا وہ ایمان کے ان لازمی تقاضوں کو کبھی پورا نہیں کر سکے گا۔ جو اللہ تعالیٰ پر نبی ﷺ پر اور نبی ﷺ پر نازل ہونے والی شریعت پر ایمان لانے کے بعد ایک مسلمان پر لاگو ہوتے ہیں۔" (امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی گذشتہ کلام سے جو بات عرض گزار کی گئی اس کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ظاہر وباطن کے باہمی تعلق یگانت کو تسلیم کرنا لازم وضروری ہے ۔جو شخص کافروں سے دوستی کرتا ہے اور مومنوں کے خلاف کافروں کی مدد اور تعاون کرتا ہے وہ ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی گویا اندرونی اور بیرونی ہر اعتبار سے کافر ہے ۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام حقیقت پر مبنی ہوتے ہیں ۔جب کوئی کفار ومشرکین سے دوستی کرے گا تو اس کا یہ دوستی کرنا اس بات کو واضح کرے گا کہ اس کا دل ایمان سے فارغ اور خالی ہو چکا ہے۔

آگ اور پانی کا اکٹھ ناممکن ہے:

فضیلۃ الشیخ سلیمان بن عبداللہ (آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ) مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" فَأَخْبَرَ تَعَالٰی أَنَّكَ لَا تَجِدُ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانَ أَقْرَبَ قَرِيْبٍ ۔ وَ أَنَّ هٰذَا مُنَافٍ لِلْإِيْمَانِ مُضَادٍ لَهٗ لَا يَجْتَمِعُ هُوَ وَالْإِيْمَانُ إِلَّا كَمَا يَجْتَمِعُ الْمَاءُ وَالنَّارُ "(الرسالۃ الحادیۃ عشرۃ من مجموعۃ التوحید)

"اللہ رب العزت نے اس بات کی ہمیں خبر دی ہے کہ آپ کوئی ایسا شخص نہیں پائیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان بھی رکھتا ہو پھر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ دشمنی اور مخالفت رکھنے والے سے بھی محبت کرتا ہو۔ اللہ اور رسول ﷺ سے مخالفت اور دشمنی کرنے والا چاہے ان کا کوئی بڑا ہی قریبی عزیز اور رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان کفار ومشرکین کے ساتھ دوستی کی نقیض اور ضد (Opposite) ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان اور کفار اور مشرکین سے دوستی کبھی ایک دل میں جمع ہو سکتی ہی نہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح پانی اور آگ کا اکٹھا ہونا محال اور ناممکنات میں سے ہے۔"

دلیل دہم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ﴾ (سورۃ محمد:26,25)

”جو لوگ اپنی پیٹھ کے بل الٹے پھر گئے اس کے بعد کہ ان کے لیے ہدایت واضح ہو چکی یقینا شیطان نے ان کے لیے (ان کے برے اعمال کو) مزین کر دیا ہے اور انھیں ڈھیل دلا رکھی ہے، یہ اس لیے کہ انہوں نے ان لوگوں سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کو برا سمجھا، یہ کہا کہ ہم بھی عنقریب بعض کاموں میں تمہارا کہا مانیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدہ باتیں خوب جانتا ہے“

محبانِ کفار سے فرشتوں کا سلوک:

مذکورۃ الصدر دو آیتوں کی تفسیر کرتے ہوئے امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❁ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى﴾ کا مطلب یہ ہے کہ بلاشبہ وہ لوگ اپنی ایڑھیوں کے بل الٹے قدموں پیچھے (حالت کفر میں) پلٹ گئے، وہ گویا کافر ہو گئے۔ انتہائی افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ یہ اس وقت حالت کفر میں واپس پلٹے جب دین حق اور صراطِ مستقیم ان لوگوں کے لیے بالکل واضح ہو گیا۔ انہوں نے واضح دلیل کو کھلی آنکھوں سے پہچان بھی لیا۔ پھر انہوں نے جانتے بوجھتے گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دے دی۔ صرف اور صرف اللہ کے حکم سے عناد اور بغض رکھتے ہوئے۔

❁ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”شیطان ملعون نے ان کے لیے ان کے ارتداد) اسلام سے پھر جانے) کو بہت ہی خوبصورت اور مزین کر کے دکھا دیا ہے۔ اپنی ایڑیوں پر پھر جانے والے اور اسلام سے انحراف کرنے والے یہ وہ بدبخت لوگ تھے، جنہیں حقیقت حال معلوم ہو چکی تھی کہ سچا مذہب صرف اور صرف ”دین اسلام“ ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ﴾ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کو مہلت دے رکھی ہے اور ان کو کھلا چھوڑا ہوا ہے۔ جبکہ شیطان نے ان کے لیے ان کے امور و معاملات کو بہت خوبصورت بنا کر پیش کیا ہوا ہے۔ اس صورت حال میں اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق ہی عطا نہیں کی کہ وہ ہدایت کو قبول کریں۔ ان کا بہت بڑا جرم یہ ہے کہ ان منافقوں نے ان کافر لوگوں سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی اور شریعت (قرآن و سنت) کو ناپسند کیا، کہا ﴿سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ﴾ ہم عنقریب بعض

باب:5

یاد رکھیے! جو بھی ان ظالمانہ، کافرانہ اور شریعت الٰہیہ کے مقابلہ میں خود ساختہ قوانین کے مطابق کسی بے گناہ اور معصوم مسلمان کا خون بہانا جائز اور مباح سمجھتا ہے وہ اللہ رب العزت کا صاف انکار کرنے والا "کافر" ہے۔ اس لیے کہ خون مسلم کو یوں (بے دریغ) بہانے کو جائز سمجھنا دراصل ان تمام قرآنی آیات اور احادیث کا انکار و تکذیب ہے جو قرآن و حدیث میں تواتر سے وارد ہیں جن میں مسلمانوں کے خون بہانے کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔